عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه

قال: «مَن أراد العلمَ فليقرأ القرآنَ فإنّ فيه علمَ الأوّلين والآخِرين»

("المصنّف" لابن أبي شيبة، ١٥/٤٦٦)

زُبدة الإتقان في عُلوم القرآن

للعلامة الشيخ محمد بن علوي

المالكي عليه الرحمة (المتوفّى: ١٤٢٥هـ)

مع التحقيق والتعليق

من

كامران احمد المدنى العطارى سلمه الغنى

والمراجع: شہزاد سليم المدنى العطارى سلمه الغنى

شعبة الكتب الدراسية

المدينة العلمية

CamScanner

Pg # 102 - 106

قاعدہ فی الافراد والجمع

(مفرد اور جمع کے قواعد)

1 : مفرد اور جمع لانے کے قواعد میں سے ایک "السماء" اور "الارض" کا مفرد اور جمع ہونا ہے،

اس حیثیت سے کہ قرآن میں جہاں بھی "ارض" کا لفظ آتا ہے مفرد ہی آتا ہے، جمع کے ساتھ نہیں آتا بخلاف "السموات" کے۔

"ارض" کی جمع نہ آنے کی وجہ اس کا ثقیل ہونا ہے، کیونکہ اس کی جمع ہے "ارضون"۔

اسی لئے جہاں تمام زمینوں کا ذکر مقصود ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے "وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" فرمایا ہے،

لیکن "السماء" کہیں جمع کے صیغے کے ساتھ اور کہیں مفرد کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اس میں موقع محل کے مطابق کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے، جو اس مقام کے مناسب ہوتا ہے۔

حاصل کلام :- یہ ہے کہ ① جہاں تعداد ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے، وہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو کہ کثرت اور عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے :- اس کی مثال :- سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمان میں ہے یعنی ہر آسمان مع اپنی تعداد کے۔

② جہاں صرف جہت مراد ہوتی ہے وہاں مفرد کے صیغے کے ساتھ آتا ہے جیسے :- وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ (اور آسمان میں تمہارا رزق ہے)۔

Date:

M T W T F S

2: افراد اور جمع کی ایک مثال "الریح" ہے، یہ لفظ واحد اور جمع دونوں طرح مذکور ہوتا ہے۔
جس جگہ اس سے مراد "رحمت" ہو وہاں جمع اور جہاں "عذاب" کے سیاق میں واقع ہو وہاں مفرد آتا ہے۔
ابن ابی حاتم اور دوسرے علماء نے ابی بن کعب سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا کہ "الریاح" جمع کے صیغے کے ساتھ قرآن میں جہاں بھی آیا ہے وہ رحمت (کے لئے) ہے اور جہاں کہیں "الریح" مفرد آیا ہے وہ عذاب (کے لئے) ہے۔ اس لئے حدیث مبارکہ میں آیا ہے "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا رِیَاحًا وَّ لَا تَجْعَلْھَا رِیْحًا" یعنی: اے اللہ! تو اس ہوا کو "ریاحا" (رحمت) بنا اور "ریح" (عذاب) نہ بنا۔

اعتراض:-

اللہ تعالیٰ کا قول:- "وَجَرَیْنَ بِھِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَۃٍ" میں "ریح" کو رحمت کے معنی میں ہونے کے باوجود، مفرد لایا گیا ہے؟

جواب:-

اسے مفرد لانے کی دو وجہیں ہیں:-

① وجہ لفظی:-

اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے قول "وَجَآءَتْھَا رِیْحٌ عَاصِفٌ" میں جو لفظ "ریح" آیا ہے وہ مفرد ہے، لہذا اس کے مقابلے میں واقع ہونے کی وجہ سے مشاکلت لفظی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس میں بھی مفرد لے آئے، کیونکہ بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو مستقل طور پر تو جائز نہیں

Date: M T W T F S

ہو نہیں مگر مقابلہ کی صورت میں ان کا جواز ثابت ہو سکتا ہے. جیسے اللہ کا قول: "وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ"

② وجہ معنوی:-

وہ یہ ہے کہ اس مقام پر رحمت کا اتمام "ریح" کی وحدت سے ہی ہوتا ہے نہ کہ اس کے اختلاف سے، کیونکہ سفینہ (بحری جہاز) صرف موافق ہوا سے چلتا ہے مخالف ہوا سے نہیں چلتا، بلکہ مختلف ہواؤں کے جھونکوں سے اس کی ہلاکت اور تباہی ہو جاتی ہے.

الغرض یہاں ایک ہی نوع کی ہوا مطلوب ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس "ریح" کو "طیبہ" کی صفت کے ساتھ مؤکد کر کے بیان فرمایا ہے.

اسی بیان کردہ قاعدہ پر اللہ کا قول "اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ" بھی موجود ہے، مگر ابن المنیر نے کہا نہیں، یہ آیت (تو) مذکورہ قاعدہ پر آئی ہے، کیونکہ ہوا کا ساکن ہو جانا جہاز والوں پر بیزار و مصیبت ہوتا ہے.

3: افراد و جمع کی مثالوں میں سے ایک "نور و ظلمت" کی مثال ہے.

"نور" کو ہمیشہ مفرد اور "ظلمت" کو بصیغہ جمع لایا گیا ہے، اسی طرح "سبیل الحق" کو مفرد اور "سبل الباطل" کو جمع ذکر کیا گیا ہے. اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول "وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ" ہے.

ہوتیں مگر مقابلے کی صورت میں ان کا جواز ثابت ہوسکتا ہے۔ جیسے اللہ کا قول: "وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ"

② وجہ معنوی:-

وہ یہ ہے کہ اس مقام پر رحمت کا اتمام "ریح" کی وحدت سے ہی ہوتا ہے نہ کہ اس کے اختلاف سے، کیونکہ سفینہ (یعنی جہاز) صرف موافق ہوا سے چلتا ہے مخالف ہوا سے نہیں چلتا، بلکہ مختلف ہواؤں کے جھونکوں سے اس کی ہلاکت اور تباہی ہوجاتی ہے۔

الغرض ایہاں ایک ہی نوع کی ہوا مطلوب ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس "ریح" کو "طیبہ" کی صفت کے ساتھ مؤکد کر کے بیان فرمایا ہے۔

اسی بیان کردہ قاعدہ پر اللہ کا قول "إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ" بھی موجود ہے، مگر ابن المنیر نے کہا نہیں، یہ آیت (تو) مذکورہ قاعدہ پر آئی ہے، کیونکہ ہوا کا ساکن ہوجانا جہازوں پر عذاب و مصیبت ہوتا ہے۔

3: افراد و جمع کی مثالوں میں سے ایک "نور و ظلمت" کی مثال ہے۔

"نور" کو ہمیشہ مفرد اور "ظلمت" کو بصیغہ جمع لایا گیا ہے، اسی طرح "سبیل الحق" کو مفرد اور "سبل الباطل" کو جمع ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول "وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ"

Date:

اس کی وجہ یہ ہے کہ حق کا راستہ ایک ہی ہے اور باطل کے راستے متعدد ہیں اور "ظلمت" بمنزلہ طرقِ باطل اور "نور" بمنزلہ طرقِ حق ہے، بلکہ وہ دونوں (نور و ظلمت) بالکل ان دونوں کی طرح ہیں۔

اسی قاعدے پر "ولی المؤمنین" کو واحد اور "اولیاء الکفار" کو بصیغہ جمع اس وجہ سے ذکر کیا ہے کہ ان کی تعداد کثیر ہے۔

اسی اصول پر "نار" جہاں کہیں بھی آیا ہے مفرد آیا ہے اور "جنت" واحد اور جمع دونوں صیغوں کے ساتھ واقع ہوا ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ "جنان" باغ مختلف الانواع ہیں لہذا ان کو جمع لانا مستحسن تھا اور "نار" ایک ہی مادہ ہے اسی لئے مفرد لائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جنت "رحمت" ہے اور نار "عذاب" ہے، اس لئے "ریاح" اور "ریح" کی تعریف کے مطابق جنت کو جمع اور نار کو بصیغہ مفرد بیان کرنا مناسب ٹھہرا۔

"الصدیق" کو مفرد لانے اور "شافعین" کو جمع لانے میں بھی وہی قاعدہ استعمال ہوا ہے، اللہ کا قول ہے "فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝" اور اس کی حکمت یہ ہے کہ عادتاً، شفاعت چاہنے والوں کی کثرت اور سچے دوست کی کمی ہوتی ہے۔

مفرد اور جمع لانے کی مثالوں میں ایک "سمع" اور "بصر" ہے۔ سمع، مفرد اور بصر، بصیغہ جمع "ابصار" آیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ "سمع" پر مصدریت غالب ہے لہذا اس کو مفرد لایا جاتا ہے اور اس کے برخلاف "بصر" ہے کہ وہ اعضاء جارحہ یعنی ظاہری اعضاء میں مشہور ہے۔

اور اس لئے بھی کہ سمع سے اصوات (آوازیں) کا تعلق ہے جو ایک ہی حقیقت رکھتی ہے، جبکہ بصر کا تعلق رنگوں اور کائنات کی دیگر اشیاء سے ہے جو مختلف حقیقتیں ہیں۔

چنانچہ ان دونوں لفظوں کے اس انداز استعمال میں ان کے تعلقات اور ان کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے "وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ" (اور تمہارے لئے کان اور آنکھ بنائے)

اس کی ایک مثال "مشرق" اور "مغرب" ہے کہ یہ دونوں لفظ مفرد، تثنیہ اور جمع تینوں طریقوں سے آئے ہیں۔

جہاں مفرد ذکر کیے گئے، وہاں جہت کا اعتبار ہے اس کی مثال: "رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

اور جہاں تثنیہ ذکر کیے گئے، وہاں دو موسموں سرما اور گرما کے دو مشرقوں اور دو مغربوں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول "رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ" ہے۔

Date:

اور جہاں ان دونوں کو بصیغہ جمع لیا گیا، وہاں سال کی دونوں فصلوں (سردی اور گرمی) میں تعدد مطالع کا اعتبار کرتے ہوئے ایسا کیا گیا۔ اس کی مثال اللہ کا قول "بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ" ہے۔

سوال و جواب کا بیان

جواب میں اصل یہ ہے کہ سوال کے مطابق ہو۔

لیکن بعض اوقات اس امر پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ سوال یوں نہیں بلکہ یوں کرنا چاہئے تھا، سوال کے تقاضوں سے تجاوز کرتے ہوئے بھی جواب دے دیا جاتا ہے، یعنی یہ بات سمجھانے کے لئے کہ سائل کا سوال غلط ہے، اس کو جواب کے انداز پر سوال کرنا مناسب تھا، سوال کے مطابق جو جواب دینا چاہئے تھا اس کی بجائے کچھ اور جواب دے دیا جاتا ہے۔

اور علامہ سکاکی اس اندازِ جواب کو "اسلوبِ حکیم" کا نام دیتے ہیں۔

اور ہر سوال میں چونکہ اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ اس کا جواب، سوال کی بہ نسبت زیادہ عام ہو، لہذا جواب زیادہ عام بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات مقتضائے حال کے مطابق جواب، سوال کی بہ نسبت زیادہ ناقص بھی آتا ہے۔

اور اس سوال و جواب کی مثال کہ جس میں سوال

Date: ______ M T W T F S

کے مقتضیٰ سے عدول کر کے سائلین کو کچھ اور جواب دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے "یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" (یعنی تم سے نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے)

لوگوں نے ہلال کے بارے میں سوال کیا کہ وہ شروع شروع میں دھاگے کی طرح باریک سا دکھائی دیتا ہے، پھر رفتہ رفتہ بڑھتا ہے حتیٰ کہ ماہ کامل بن جاتا ہے اور اس کے بعد دوبارہ گھٹتے گھٹتے اپنی پہلی صورت پہ آجاتا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟

مگر اس سوال کے جواب میں ان لوگوں کو چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمت بتا دی گئی، اس کی علت نہیں بتلائی گئی، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس امر پر متنبہ کرنا مقصود تھا کہ تمہیں جو جواب دیا گیا ہے، تم کو سوال بھی اس چیز کے بارے میں کرنا چاہئے تھا اور تم لوگوں نے جو سوال کیا، وہ غیر ضروری تھا۔

لیکن یہ ساری تقریر اس صورت میں ہے جب ان کا سوال کرنا ایسا ہی ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان کا سوال کرنا ہی اس بارے میں ہو کہ وہ اس کی حکمت دریافت کرنا چاہتے ہوں، تو اس صورت میں پھر سوال اور جواب میں مطابقت کا پایا جانا ظاہر ہے۔

Pg # 107- 114

في معرفة الوجوه والنظائر

DATE: __/__/2024 وجوہ اور نظائر کی شناخت (M)(T)(W)(T)(F)(S)

وجوہ کی تعریف: وہ مشترک لفظ جو کئی معانی میں استعمال ہو جس طرح کہ لفظ امت ہے۔

نظائر کی تعریف: مترادف اور ہم معنی الفاظ کو نظائر کہتے ہیں۔

بعض علماء نے اس کو معجزات قرآن کی انواع سے شمار کیا ہے کیونکہ قرآن پاک کا ایک ہی کلمہ بیس یا اس سے کم و بیش وجوہ اور طریقوں پر جاری و ساری ہوتا ہے اور ایسا بندہ بشر کے کلام میں نہیں پایا جا سکتا۔

ابن سعد اور دیگر محدثین نے حضرت ابو الدرداء سے موقوفاً روایت کیا ہے

"لَا يَفْقَهُ الرَّجُلُ كُلَّ الْفِقْهِ حَتّٰى يَرَى لِلْقُرْآنِ وُجُوهًا كَثِيرَةً"

یعنی کوئی شخص اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک وہ قرآن حکیم کی بہت سی وجوہ پر نظر نہ رکھتا ہو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مراد اشارات باطنی کا بھی استعمال کرنا ہے اور یہ نہ کیا جائے کہ صرف ظاہری تفسیر پر ہی اقتصار کر لیا جائے۔ ابن سعد نے حضرت عکرمہ کے طریق پر حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابن عباس کو خوارج سے مباحثہ کے لیے بھیجتے وقت فرمایا تھا تم خوارج کے پاس جا کر مباحثہ کرنا لیکن خبردار قرآن سے حجت نہ لانا کیونکہ وہ بہت سی وجوہ کا احتمال رکھتا ہے بلکہ ان کے ساتھ سنت کے ذریعے مقصد کرنا اس قسم کے چند خاص الفاظ کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

الهدى یہ لفظ سترہ معانی کے لیے آتا ہے۔

بمعنی اثبات: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

2 بیان: أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ 5
3 دین: إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللَّهِ 6
4 ایمان: وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى 7
5 دعا: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ
6 رسول اور کتب الہی: فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى 1
7 معرفت پہچان: وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ 2
8 بمعنی نبی: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ 3
9 قرآن: وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ 4
10 تورات: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ 5
11 استرجاع: وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ 6
لا يهديهم حجة
12 حجت: لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ. أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ 7
13 توحید: إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ 8
14 سنت: فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ
15 اصلاح: وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ 1
16 الہام: أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ 2
17 توبہ: إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ 3
18 ارشاد: أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ 4

السوء یہ بھی کئی وجوہ پر آتا ہے

1 شدت: يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ 1
2 عقر: وَلَا تَمَسُّوهَا 2
3 زنا: مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا : مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ 3
4 برص: بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ 4

5 شرک: مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْءٍ
6 قتل اور شکست: لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ
7 عذاب: اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ

الصلوٰۃ یہ بھی کئی وجوہ پر آتا ہے

1 پانچ نمازیں: يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
2 نماز عصر: تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ
3 نماز جمعہ: اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ
4 جنازہ: وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ
5 دعاء: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ
6 دین: اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ
7 قراءۃ: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ
8 رحمت و استغفار: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

رحمت بھی کئی وجوہ پر آتا ہے

1 اسلام: يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ
2 ایمان: وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ
3 جنت: فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
4 بارش: بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

لفظ فتنہ کئی وجوہ کے لیے آتا ہے

1 شرک: وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ
2 گمراہ کرنا: اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ
3 قتل: اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
4 معذرت: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ

5 فقہاء: إن هي إلا فتنتك

6 مرض: يفتنون في كل عام

7 عبرت: لا تجعلنا فتنة

روح کی وجوہ کے لیے آتا ہے

1 امر: وروح منه

2 وحی: ينزل الملائكة بالروح

3 قرآن: أوحينا إليك روحا من أمرنا

4 جبریل: فأرسلنا إليها روحنا

5 روح بدن: ويسألونك عن الروح

ذکر کی وجوہ کے لیے آتا ہے

1 ذکر لسان: فاذكروا الله كذكركم آباءكم

2 حفظ (یاد کرنا): واذكروا ما فيه

3 اطاعت اور جزاء: فاذكروني أذكركم

4 بات: اذكرني عند ربك، أي حدثه بحالي

5 قرآن: ومن أعرض عن ذكري

6 شرف (عزت): وإنه لذكر لك

7 عیب: أهذا الذي يذكر آلهتكم

8 لوح محفوظ: من بعد الذكر

9 ثناء: وذكر الله كثيرا

10 نماز: ولذكر الله أكبر

DATE: __/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

فوائد: ابن فارس نے کتاب الافراد میں بیان کیا ہے:
قرآن مجید میں تمام مقامات پر لفظ الأسف رنج اور غم کے معنی میں استعمال ہوا ہے مگر ایک جگہ فلما آسفونا میں اس کے معنی ہیں اغضبونا یعنی انھوں نے ہمیں غضب ناک کیا اور غصہ دلایا۔
اور لفظ بروج قرآن پاک میں جہاں بھی ذکر ہوا ہے اس سے کواکب (ستاروں کے برج) مراد ہیں سوائے وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو کہ اس میں بروج کے معنی مضبوط اور عالی شان محل ہیں۔

بر و بحر:
قرآن پاک میں جہاں بھی بحر و بر کا ذکر آیا خشکی اور دریا کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں مگر ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ شہر اور بستیوں میں کہ فساد پھیل گیا ہے کہ ان سے شہر اور بستیاں مراد ہیں۔

بعل: یہ لفظ عام طور پر شوہر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر أَتَدْعُونَ بَعْلًا میں اس سے مراد ایک بت کا نام ہے۔

الدحض: قرآن مجید میں یہ لفظ جہاں بھی آیا ہے اس سے مراد باطل لیا گیا مگر فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ میں اس کے معنی ہیں جو قرعہ اندازی میں نکلے ہیں۔

الرجم: رجم کا لفظ ہر جگہ قتل کے معنی میں استعمال ہوا ہے مگر لا رجمنك میں اس کا معنی گالی گلوچ ہے اور رَجْمًا بِالْغَيْبِ کی مثال میں اس سے ظن اور اٹکل پچو کے معنی مراد ہیں۔

شہید: مقتولوں کے ذکر کے ساتھ آنے کے علاوہ دیگر جہاں بھی کہیں شہید کا لفظ قرآن پاک میں ذکر ہوا ہے اس سے لوگوں

س
ح
1
2
3

CamScanner

کے معاملات میں گواہی دینے والا شخص مراد ہے مگر
وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ میں اس سے مراد ہے کہ اپنے شریکوں
کو بلاؤ۔ **اَصْحٰبُ النَّارِ:** اس سے ہر جگہ اہل دوزخ
مراد ہیں مگر وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً اور ہم نے
دوزخ کے داروغہ نہ لیے مگر فرشتے میں دوزخ کے محافظ و نگران
فرشتے مراد ہیں

نبأ: قرآن مجید میں نبأ کا لفظ ہر جگہ بہ معنی خبر آیا ہے
مگر فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ تو اندھی ہو جائیں گی (نظر نہیں آئیں گی)
ان پر خبریں (دلیلیں) میں اس سے دلائل اور حجتیں مراد لیا گیا ہے۔

بعد: ابن خالعیہ کا بیان ہے کہ قرآن پاک میں لفظ بعد بہ
معنی قبل صرف ایک مقام پر استعمال ہوا ہے اور وہ ہے: وَلَقَدْ
كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت
کے بعد لکھ دیا مغلطائی نے کتاب المیسر میں کہا ہے کہ ہم نے
ایک جگہ اور بھی دریافت کیا ہے وہ ہے قولہ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ
دَحٰىهَا اور اس کے بعد زمین پھیلائی ابو موسیٰ نے کتاب المغیث
میں کہا ہے کہ اس جگہ بعد کا معنی ہے۔

قبل: اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے زمین کو
دو دن میں پیدا فرمایا پھر آسمانوں کی تخلیق سے قبل (پہلے) ہوئی ہے ختم شد
نبی کریم صحابہ اور تابعین سے اس موضوع پر کچھ باتیں منقول ہیں
چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے دراج
کے طریق پر بہ واسطہ ابو الہیثم حضرت ابو سعید خدری سے روایت
کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: کل حرف فی القرآن

یذکر فیه القنوت فهو الطاعة: قرآن مجید میں جہاں کہیں قنوت
کا ذکر ہوا ہے اس سے اطاعت (عبادت) مراد ہے۔

اس حدیث کی سند جید ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے
ابن ابی حاتم نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ قرآن پاک میں لفظ **الیم** جہاں بھی کہیں آیا ہے اس کا معنی ہے
موجع یعنی دردناک اور ضحاک کے طریق سے ابن عباس سے مروی
ہے انہوں نے فرمایا کتاب اللہ میں کلمہ **رجز** ہر جگہ عذاب کے معنی میں آیا ہے
سعد بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے
بیان کیا کہ قرآن مجید میں ہر جگہ **تسبیح** سے نماز مراد ہے اور لفظ
سلطان جہاں بھی آیا ہے قرآن میں اس سے مراد دلیل و حجت ہے۔
ابن ابی حاتم عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کرتے ہیں
انہوں نے بیان فرمایا دین کا لفظ قرآن میں ہر جگہ حساب کے معنی
میں استعمال ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے حضرت ابی بن کعب سے
روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں **ریح** کا لفظ ہر
جگہ عذاب کے معنوں میں آیا ہے۔

ابو مالک سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں **وراء** کا لفظ ہر جگہ امام
یعنی آگے اور سامنے کے معنی میں آیا ہے مگر دو مقام پر یہ لفظ
سوا کے معنی میں استعمال ہوا وہ دو مقام یہ ہیں

اول: فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاۗءَ ذٰلِكَ اور جو ان کے سوا کچھ اور چاہے یعنی سوی ذلک
دوم: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاۗءَ ذٰلِكُمْ اور ان کے سوا جو ہیں وہ تمہیں حلال
ہیں۔ یعنی سوی ذلکم۔ ابوبکر بن عیاش بیان کرتے ہیں:

قرآن مجید میں جہاں **کسفا** آیا ہے اس سے مراد عذاب ہوتا ہے

DATE: __/__/2024

(M)(T)(W)(T)(F)(S)

اور جہاں کہیں کِسَفًا آیا اس سے مراد بادل کا ٹکڑا ہے۔

ابن جریر نے ابو روق سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید میں صیغہ جَعَلَ بہ معنی خَلَقَ استعمال ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں کہیں مطر کا نام لیا ہے اس سے عذاب مراد ہے اور اہل عرب بارش کو غیث کہتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ ایک مقام مذکورہ بالا قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ وہاں مطر سے بارش ہی مراد ہے وہ مقام یہ ہے اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اگر کہیں بارش کے سبب تکلیف ہو کیونکہ اس میں مطر سے مراد بارش ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا جہاں پر مطر سے مراد عذاب لیا گیا ہے وہاں یہ صیغہ اَمْطَرَتْ استعمال ہوا ہے اور جہاں اس سے مراد رحمت ہوتی ہے وہاں مَطَرَتْ کے صیغہ کے ساتھ آتا ہے۔ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ وَمَا یُدْرِیْکَ اور کہیں کیا معلوم آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے کوئی خبر نہیں دی ہوتی اور جہاں پر فرمایا: وَمَا اَدْرٰکَ اور کیا تو جانے وہاں بتا بھی دیا کہ وہ کیا چیز ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا مسائل میں زیادہ تر مقامات پر بیان کرنے والوں نے کسی لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے کُلُّ شَیْءٍ فِی الْقُرْاٰنِ کَذَا وَکَذَا کے قول کے ساتھ بیان کیا ہے تو واضح رہے کہ لفظ کل سے ان کی مراد ہوتی ہے اکثر و بیشتر اور غالب طور پر ورنہ بہت سی جگہوں پر بعض امور مستثنیٰ بھی قرار دیے ہیں۔

CamScanner

صفحہ نمبر 123، 124

Date: __/__/20__

المحکم المتشابہ :-

★ ارشاد ربانی ہے: (هو الذی أنزل علیک الکتاب منه آیات محکمات هن أم الکتاب وأخر متشابهات)

ترجمہ:
وہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی اس کی کچھ آیت محکم ہیں (جن کے معنی صاف اور واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ ہیں (جن کے معنی میں اشتباہ ہے)

س قرآن محکم ہے یا متشابہ؟

ج ابن حبیب نیشاپوری نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کئے ہیں

1) تمام قرآن محکم ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا (کتٰبٌ أُحکمت ءایٰتہٗ)

2) تمام قرآن متشابہ ہے اس کی دلیل اللہ پاک کا یہ قول ہے (کتٰبا متشٰبها مثانی)

3) قرآن کی تقسیم محکم اور متشابہ ان دونوں کی طرف کی جاتی ہے اور یہی قول صحیح ہے اس کی دلیل مذکورہ الصدر آیت کریمہ ہے اور اول اور دوئم قول میں بطور دلیل جن دو آیتوں کو پیش کیا گیا ہے ان کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے محکم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اتنا پختہ کلام ہے کہ اس پر کوئی نقد وارد ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس میں اختلاف راہ پا سکتا ہے

Date 20

★ اور دوسری آیت کریمہ میں جو قرآن مجید کو متشابہ کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات حق و صداقت اور اعجاز میں باہم ایک دوسرے سے ملتی ہیں اور متشابہ ہیں محکم اور متشابہ کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔

1. محکم وہ کلام ہے جس کی مراد اپنی ظاہر ہو کہ مراد بغیر تاویل کے ذریعہ معلوم ہو جائے اور متشابہ اس کلام کو کہتے ہیں جس کا علم حقیقی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لئے مخصوص کیا ہے مثلاً قیامت کے واقع ہونے کے وقت دجال کا خروج۔

2. محکم وہ کلام ہے جس کے معنی واضح ہوں اور جو اسکے برعکس ہو اسکو متشابہ کہتے ہیں۔

3. جس کلام میں صرف ایک ہی وجہ پر تاویل کا احتمال ہو وہ محکم ہے اور جس میں کئی وجہوں سے تاویل ہو وہ متشابہ ہے۔

4. محکم وہ کلام ہے عقل جس کے معنی کا ادراک کر سکے اور متشابہ اس کے برعکس ہے۔ مثلاً نمازوں کی تعداد

5. محکم وہ ہے جو مستقل بنفس ہو اور متشابہ وہ ہے جو اسکے برعکس ہو اور اپنا معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہو۔

6. محکم وہ ہے جس کی تاویل خود اس کی تنزیل ہے اور متشابہ وہ ہے جو تاویل کے بغیر سمجھ میں نہ آئے۔

7. محکم وہ ہے جس کے الفاظ میں تکرار نہ آئی ہو اور متشابہ اس کے برعکس ہے۔

CS CamScanner

8) محکم عبارت ہے فرائض، وعد اور وعید سے اور متشابہ سے مراد قصص اور امثال ہے

9) ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ

محکمات قرآن مجید کے ناسخ، حلال، حرام، حدود، فرائض اور ان کا موں کا نام ہے جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور جن پر عمل کیا جاتا ہے اور متشابہات قرآن کے منسوخ، مقدم، مؤخر، امثال، اقسام اور ان چیزوں کو کہتے جن پر ایمان تو لایا جاتا ہے مگر عمل نہیں کیا جاتا۔

10) عبد بن حمید نے ضحاک سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں

"محکمات وہ آیات ہیں جو قرآن مجید میں سے منسوخ نہیں ہوئی اور متشابہ وہ ہے جو منسوخ کر دی گئی۔

11) ابن ابی حاتم مقاتل بن حیان سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا "ہمیں یہ بات پہنچی ہے اس کے مطابق متشابہات، الٓمٓ، المٓصٓ، الٓمٓرٰ، الٓرٰ

12) ابن ابی حاتم نے کیا کہ عکرمہ اور حضرت قتادہ اور دیگر محدثین سے مروی ہے کہ محکم وہ کلام ہے جس پر عمل کیا جاتا ہے اور متشابہ وہ حصہ قرآن ہے جس پر ایمان تو لایا جاتا ہے مگر وہ معمول بہا نہیں ہے۔

فصل اول

س: یہ امر کیوں مختلف فیہ ہے کہ قرآن کے متشابہات کے علم پر مطلع ہونا ممکن ہے یا اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا علم کسی کو نہیں ہے؟

ج: ان میں دو اقوال کا منشاء دراصل ایک اور اختلاف پر مبنی ہے جو اللہ کے قول (والراسخون فی العلم) کے بارے میں واقع ہوا ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ کی ترکیب میں دو مختلف خیال پائے جاتے ہیں (یَقُولُونَ) اس کا حال واقع ہوا ہے مذکورہ مثال کا اور دوسرا خیال یہ ہے کہ مذکورہ مثال مبتدا ہے اور (یَقُولُونَ) اس کی خبر ہے اور (الرّاسِخُونَ) میں جو واؤ ہے وہ حرف استئنافیہ ہے واؤ عاطفہ نہیں ہے پہلی رائے گنتی کے چند علماء کی ہے ان میں سے ایک مجاہد بھی ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے چنانچہ ابن المنذر مجاہد کے طریق سے حضرت ابن عباس سے آیت کریمہ (وما یعلم تأویلہ اِلّا اللّٰہ والرّاسِخُونَ فی العلم) کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا (أنا ممّن یعلم تأویلہ) یعنی میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو متشابہات کے قرآن کی تاویل کا علم ہے۔

مگر صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ان کے بعد والے علماء مفسرین خصوصاً اہل سنت میں بکثرت علماء دوسرے قول کی طرف گئے ہیں اور یہ دوسرا قول حضرت ابن عباس سے منقول میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔

[illegible]

DATE: __/__/20__ (M) (T) (W) (T) (F) (S)

فی مقدمہ و مؤخرہ

س: قرآن مجید کی جن آیات میں کلام کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے اس کی کتنی اقسام ہیں؟

ج: قرآن مجید کی جن آیات میں کلام کے اندر تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

1: پہلی قسم

پہلی قسم وہ ہے جس کے معنی میں ظاہر کے اعتبار سے اشکال واقع ہوتا ہے لیکن جب معلوم ہو جائے کہ یہ تقدیم و تاخیر کے باب سے ہے۔ تو اس کا معنی واضح ہو جاتا ہے۔ یہ قسم اس قابل ہے کہ اس کے متعلق الگ کتاب لکھی جائے اور سلف نے بھی کچھ آیات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ابن ابی حاتم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا" کے متعلق بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "یہ آیت تقدیم کلام کی قسم سے ہے" حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ﷻ کے قول "وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى"

DATE: __/__/20__ M T W T F S

اور مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول (أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا) کے بارے میں فرمایا یہ بھی تقدیم و تاخیر کے باب سے ہے۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ) میں بھی تقدیم و تاخیر واقع ہے اور بیان کیا ہے کہ تقدیری عبارت یوں ہے۔ (رَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُتَوَفِّيكَ)

حضرت عکرمہ بیان کرتے ہیں (لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ) اس آیت کریمہ میں بھی تقدیم و تاخیر واقع ہے۔ تقدیری عبارت اس طرح ہے۔ (لَهُمْ يَوْمَ الْحِسَابِ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا)

پھر اسی راوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول (فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان لوگوں (بنی اسرائیل) نے جب اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا کہا تھا تو جہرہ دیکھنے کو کہا تھا ان کا سوال جہرہ دیکھنے کے بارے میں تھا۔ تقدیری عبارت یوں ہے۔ (قَالُوا جَهْرَةً أَرِنَا اللَّهَ) تو اس آیت میں بھی تقدیم و تاخیر واقع ہے ابن جریر نے کہا کہ ان کا سوال شور و غل کے ساتھ تھا

DATE: ___/___/20__

(ii) دوسری قسم:

اور دوسری قسم کی آیات یہ ہیں جن میں کلام کی تقدیم و تاخیر تو واقع ہے مگر اس کی وجہ سے معنی میں کوئی مشکل اور دقت پیدا نہیں ہوتی ہے۔

علامہ شمس الدین بن الصائغ نے اس قسم کی آیات کے بیان میں ایک کتاب "المقدمۃ فی سر الألفاظ المقدمۃ" نامی تالیف کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر کلام کی نسبت جو حکمت عام طور پر مشہور ہے وہ اہتمام کا اظہار ہے جیسا کہ امام "سیبویہ" نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ "اہل زبان کے نزدیک جو بات بہت زیادہ اہم اور توجہ طلب ہوتی ہے اسے وہ مقدم کر دیتے ہیں"۔

امام سیبویہ بیان کرتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر کلام کے اسرار اور حکمتوں کو تلاش کیا تو خود میں نے قرآن حکیم میں اس کی دس انواع پائی ہیں اور حسب ذیل ہیں۔

س: مؤخرہ کی قسمیں بیان کریں؟

ج: پہلی قسم: "التبرک":

(حصول برکت کے لیے)

مثلاً اہم اور ذیشان امور میں اللہ تعالیٰ کے نام کو مقدم کرنا جیسے۔ آیت کریمہ:

مثلاً:

DATE: ___/___/20

اللّٰہُ أَنَّہُ لَآ إِلٰہَ إِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَأُولُوا الْعِلْمِ) اور قول باری تعالیٰ (وَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ)

دوسری قسم: "تعظیم"

مثلاً اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے

تیسری قسم: "تشریف" (عزت بخشنا)

اس کی مثال مذکر مؤنث پر مقدم کرنا ہے جیسے: (أَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ) بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

اور آزاد کو غلام پر مقدم کرنا جیسے: (اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰی بِالْأُنْثٰی)

اور زندہ کو میت پر مقدم کرنا جیسے (یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَیِّتِ)

چوتھی قسم: "مناسبت"

یہ یا تو سیاق کلام کے لئے مقدم کی مناسبت ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول (وَلَکُمْ فِیْھَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ)

اور ان میں تمہارے لئے زینت ہے جب شام کو (چراکر) انہیں واپس لاتے ہو اور جب (چراگاہ) میں انہیں چھوڑ جاتے ہو۔

(5) پانچویں قسم: (الحث علیہ والحض)

ترغیب دلانے کے لیے تقدیم اور تاخیر واقع ہوتی ہے سستی اور کاہلی سے بچنے، اس کی مثال دین (قرض) کو وصیت پر مقدم کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ) جو وصیت وہ کر گئیں اور قرض نکال کر، اس آیت کریمہ میں وصیت کا ذکر پہلے فرمایا ہے حالانکہ شرعی لحاظ سے قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے لیکن ترغیب دلانے کی غرض سے وصیت کا ذکر مقدم کیا تاکہ لوگ اس کی تعمیل سے کاہلی نہ برتیں

(6) چھٹی قسم: (سبقت)

اس تقدیم سبقت کی کئی صورتیں ہیں:

(1) زمانی باعتبار ایجاد:

کہ جیسے دن کو رات پر، تاریکی کو روشنی پر، آدم علیہ السلام کو نوح علیہ السلام پر اور نوح علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام پر اور ہود علیہ السلام کو عیسیٰ علیہ السلام پر اور داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام پر اور فرشتوں کو انسان پر پیدائش کے اعتبار سے تقدم حاصل ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے

DATE: __/__/20

(اَللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ)
اس آیت میں فرشتوں کا ذکر انسان سے پہلے کیا گیا ہے اور یہ ماقا تقدم وجود پر مقدم ہے۔

(2): ایک شیء کو دوسری شے سے نازل کئے جانے کے اعتبار سے تقدم حاصل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول: (صُحُفِ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى) میں ہے۔

(3): یا وہ سبقت و تقدم وجوب اور تکلیف کے اعتبار سے ہو اس کی مثال حسب ذیل ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا)

(4). یا وہ سبقت اور تقدم بالذات ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کے قول: (مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ)

(7) ساتویں قسم: (سببیت)
جیسے عزیز کا تقدم حکیم پر کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت عزت و غلبہ حکم پر مقدم ہے۔
اور علیم کو حکیم پر تقدم کا سبب یہ ہے کہ احکام (مضبوط و مستحکم کرنا) اور اتقان (پختہ بنانا) کا منشاء علم ہے لہٰذا علم پہلے ہوا اور سورۃ الانعام میں حکیم کے علیم پر تقدم کی وجہ یہ ہے وہ تشریع احکام کا مقام اور سورۃ الفاتحہ میں عبادت کو استعانت پر مقدم کی وجہ یہ کہ عبادت حصول اعانت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔
اسی طرح آیت کریمہ: (يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ

DATE: __/__/20__ M T W T F S

(الْمُتَطَهِّرِيْنَ) میں توبہ کرنے والوں کو اس وجہ سے مقدم کیا ہے کہ توبہ ہی طہارت کا سبب ہے۔

(8): آٹھویں قسم: (کثرت)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ) اس آیت میں کافروں کی کثرت کی وجہ سے ان کا ذکر مومن سے پہلے فرمایا ہے۔

(9) نویں قسم:

ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں اس آیت میں ترقی کی غرض سے ابتداء ادنیٰ سے کی کیونکہ ہاتھ، پاؤں سے آنکھ، کان، زبان سے اشرف و اعلیٰ ہے

(10): دسویں قسم:

اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف تنزل۔ اس کی مثالیں یہ ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ) نہ اسے اونگھ آئے اور نہ نیند (لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً) (ترجمہ) اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا اور نہ بڑا مگر سب کو گھیر لیا

صفحہ: 136 تا 139

DATE: __/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

یاکل خاص کا بیان

یا کل وہ لفظ ہے جو بغیر حصر کے اپنے صالح اور مناسب معانی کا احاطہ کرتا ہو

صیغہ ئے عموم کا بیان

(1) لفظ کل جب مبتداء ہو، جیسے "کل من علیہا فان"

(2) اسم موصول: الذی التی اور ان دونوں کے تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی عموم کے لئے استعمال ہوتے ہیں (وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا) اس سے مراد وہ شخص جس سے فعل صادر ہو

(3) ای ما اور من یہ الفاظ ہر حالت میں عموم کے لئے آتے ہیں چاہے شرطیہ ہوں استفہامیہ ہو یا موصولہ ہوں: ای کی مثال) أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ)

(4) ما کی مثال (إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ)

(5) من کی مثال (مَن يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ)

(6) اور صیغہ جمع جب معرف ہو تو وہ عموم پر دلالت کرتا ہے اس آیت میں: جیسے (يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ)

معرف باللام بھی یا کل کی قسم سے ہے: جیسے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ

اور اسم جنس جس وقت مضاف ہو تو وہ بھی مفید عموم ہوتا ہے جیسے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ میں ہے کہ اس سے مراد تمام احکام خداوندی ہیں

اور معرفہ بالف ولام بھی اسی معنی آتا ہے واحل اللہ البیع
اسے ہی اسم نکرہ سیاق نفی اور نہی میں واقع ہو تو
عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسے فلا تقل لھما اف
اسی طرح نکرہ جب سیاق شرط میں واقع ہو تو مفید
عموم ہوتا ہے جیسے وان احد من المشرکین استجارک
فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ
اسی طرح سیاق امتنان (احسان رکھنا) ارشاد
باری تعالیٰ ہے وانزلنا من السماء ماء طھورا

: قرآن مجید کے ذریعہ جن احکام کی تخصیص کی گئی
ہے اس کی مثالوں میں سے چند حسب ذیل ہیں
جیسے والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء

اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے
اس سے بھی عام حکم کی تخصیص ہو گئی
جیسے حرمت علیکم المیتۃ والدم
اور قول باری تعالیٰ ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا
کل واحد منھما مائۃ جلدۃ میں جو عموم تھا اس
کو بھی خاص کر دیا ہے

احادیث مبارکہ کے ذریعہ تخصیص
کی مثالیں یہ ہیں

CamScanner

DATE:___/___/2024

اللہ تعالیٰ کا قول: واحل اللہ البیع: اللہ نے بیع
یعنی خرید و فروخت کو جائز فرمایا ہے مگر بیع
فاسدہ جو کثرت ہیں اس عام حکم سے حدیث کے
ذریعے خارج کر دی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ربا
سود کو حرام فرمایا اس سے عرایا کو سنت کے
ذریعے خاص کر دیا گیا ہے

آیت میراث کے عموم سے حدیث کے ذریعے
تخصیص کرکے قاتل اور مخالف فی الدین شخص کو
وراثت سے محروم قرار دے دیا گیا

اجماع کے ذریعہ تخصیص کی
مثال درج ذیل ہے
رقیق غلام کو آیت میراث کے حکم سے خارج
کر دیا گیا ہے لہذا رقیق کبھی وارث نہیں ہوگا
علامہ ملکی نے ذکر کیا ہے کہ اس پر تمام علماء کا
اجماع ہے
قیاس سے تخصیص پیدا ہونے والی مثال
فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة
اس سے عباد کو امتہ لونڈی پر قیاس
کرکے خاص کیا ہے اور لونڈی سے یہ نص
ثابت ہے

فصل:

ترجمہ:

قرآن مجید میں بعض خاص نصوص ایسی بھی ہیں،
جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "علی صاحبہا التحیۃ والسلام" کے عموم کے لیے مخصص
ہیں، لیکن اس کی مثالیں کم ہیں، منجملہ ان امثلہ کی ایک مثال اللہ
تعالیٰ کا قول ہے "حتی یعطوا الجزیۃ" جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ
دیں۔ یہ آپ کی نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی:
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا
اقرار کر لیں، کے عموم کی تخصیص کر دی ہے۔

مثال اور اللہ کا ارشاد ہے،
(ترجمہ: نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی مخصوص ہے
اس نے نبی کے عموم کے لیے حضور نے اوقات مکروہ میں نمازی ادائیگی کے
سلسلہ میں فرمایا ہے "فرائض کو نکال کر")

مثال: اللہ کا ارشاد ہے
(فقاتلوا التی تبغی)

عموم و خصوص ہی سے متعلق چند متفرق ذیلی مسائل کا بیان

اول: ہر کہ جب لفظ عام صریح یا ذم کے لیے وارد ہو تو آیا
وہ اس صورت میں اپنے عموم پر باقی رہتا ہے یا نہیں۔
اس کے بارے میں کئی مذاہب ہیں۔

DATE:___/___/2024

پہلا مذہب :

ایک مذہب یہ ہے کہ وہ اپنے عموم پر باقی رہتا ہے کیونکہ اس میں نہ کوئی قرینہ صارف عن العموم پایا جاتا ہے، اور نہ ہی مطرح ذم عموم کا درمیان کسی قسم کی کوئی منافات ہے کہ ان میں اجتماع نہ ہو سکے۔

دوسرا مذہب :

دوسرا مذہب یہ ہے کہ وہ اپنے عموم پر نہیں رہے گا کیونکہ اسے تعمیم کے لیے نہیں لایا گیا بلکہ مطرح ذم کے لیے استعمال ہوا ہے، پس وہ اسی کا فائدہ دے گا۔ اور بس

تیسرا مذہب :

تیسرا اور کہا گیا کہ یہی صحیح مذہب ہے کہ وہ یہ ہے کہ تفصیل سے کام لیا جائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی اور عام اس کا معارض نہ ہو اور نہ عام اس غرض کے لیے استعمال ہوا ہو۔ تو پھر وہ عام اپنے عموم پر باقی

1 رہتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا عام اس کا معارض پایا جائے تو پھر عموم مراد نہیں ہوگا کیونکہ ایسے میں دونوں کے مابین جمع اور توافق پیدا کرنا مقصود

2 ہوتا ہے۔

مثال :

اس عام کی مثال کہ جس کا معارض کوئی نہیں ہے

اللہ کا قول ہے: (إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ) بیشک نیکی کرنے والے راحت میں ہے۔

ثانی =

دوسرا یہ کہ وہ خطاب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے

مثال = (یا ایھا النبی) ، (یا ایھا الرسول)

تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ امت کو بھی شامل ہے یا کہ امت اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک نہیں ہے

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ بیشک امت بھی اس خطاب میں شریک ہے کیونکہ بڑوں کو جو حکم دیا جاتا ہے تو عرفاً وہ اس کے پیروکاروں اور اتباع کرنے والوں کو بھی حکم ہوتا ہے مگر علم اصول میں صحیح تر قول یہ ہے اس خطاب میں امت کی شرکت کا ہونا درست نہیں کیونکہ صیغہ خطاب نبی کریم کی ذات اقدس سے ساتھ خاص ہے

تیسرا =

اس میں اختلاف یہ ہے = (یا ایھا الناس)

(اے لوگو) خطاب مخصوص ہے یا عام -

1 اصح اور اس پر عمل کرنے والے دیگر لوگوں کے نزدیک عام ہے =

اس کی دلیل یہ کہ اللہ نے فرمایا ؛

(یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم)

اور یہ حکم تمام لوگوں کو شامل کرتا ہے .

2 =

بعض نے کہا کہ یہ لفظ خصوصیت کے ساتھ نازل ہوا ہے ، اور رسول اللہ نے اسے مخصوص لوگوں کو خطاب کیا تھا =

CamScanner

چوتھا = اختلاف ہے کہ آیا "الم" میں شامل ہے یا نہیں؟
اس کی وضاحت یہ ہے کہ اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ
لفظ قرآن میں موجود ہے یا نہیں

پانچواں =
اختلاف ہوا ہے کہ آیا لفظ "الناس" (لوگ)
کافروں اور غیر مومنین کو شامل کرتا ہے یا نہیں =
اصح یہ ہے کہ اس میں سب شامل ہیں =

چھٹا =
اختلاف ہوا کہ آیا لفظ (الذین آمنوا) "وہ
لوگ جو ایمان لائے" کا خطاب صرف مردوں
تک محدود ہے یا خواتین کو بھی شامل کرتا ہے؟ اور
اس پر اختلاف ہوا ہے۔

ساتواں =
اختلاف ہے کہ آیا لفظ (یا اھل الکتاب)
"اے اہل کتاب" کا خطاب مومنین کو شامل کرتا
ہے یا نہیں =
یہ کہا گیا ہے، نہیں، کیونکہ یہ اس بنیاد پر ہے کہ وہ
فروع شریعت کی تفصیلات کے مخاطب نہیں ہیں، ~~اور~~
اور یہ کہا گیا ہے: ہاں، اور ابن سمعانی نے اس کو ترجیح دی ہے
اور ان کا قول: (یا ایھا الذین آمنوا) (البقرہ: ۱۰۴) تشریف کا
خطاب ہے بغیر تخصیص کے =

صفحہ نمبر 144 تا 145
Date: __/__/20

نوٹس

M T W T F S

فی مجملہ و مبیّنہ

مجمل کی تعریف :- مجمل وہ ہے جس کی دلالت واضح نہ ہو۔

قرآن میں مجمل :- قرآن میں مجمل کی موجودگی پر اختلاف ہے داود ظاہری کے خلاف۔ مکلف کو مجمل پر عمل کرنے کا پابند نہیں کیا جائے گا

مثلاً :- ہاتھ کی تعین میں ابہام (کلائی، کہنی، کندھا) قطع کا مطلب (کاٹنا یا زخمی کرنا)
شارع کی وضاحت مراد کلائی سے کاٹنا ہے۔

آیت مسح :- مسح پورے سر کا یا بعض سر کا تردد شارع کی وضاحت ناصیہ کا مسح کافی ہے

شرعی نام والی آیت :- نماز، زکوۃ، روزہ، حج کے الفاظ کی تفصیلات کی ضرورت شرعی
شرعی توضیحات۔

سنت، اجماع اور قیاس کے ذریعے وضاحت۔
- آیت سرقہ میں کلائی سے کاٹنا مراد۔
- آیت مسح میں جزوی مسح مراد۔
- نماز، زکاۃ، روزہ، حج کی تفصیلات سنت اور اجماع سے واضح۔

اختلافی آراء :- بعض علماء کے نزدیک بعض آیات مجمل نہیں، جیسے "قطع" واضح طور پر کاٹنا۔

DATE: ___/___/20__

M T W T F S

مطلق الفاظ کی وجہ سے بعض آیات مجمل نہیں جیسے
"مسح" میں کم سے کم مسح
نتیجہ: مجمل آیات کی وضاحت شارع کی توضیحات کے
ذریعے کی جاتی ہے جو کہ سنت، اجماع اور قیاس کے ذریعے
معین کی جاتی ہیں۔

صفحہ: 146 تا 153

DATE: __/__/20

M T W T F S

ناسخ اور منسوخ کا بیان

ناسخ اور منسوخ کے متعلق کتنے مسائل (اقوال) ہیں؟

قرآنی آیات کے ناسخ اور منسوخ ہونے کے متعلق 06 اقوال ہیں۔

ناسخ اور منسوخ کے متعلق مسائل (اقوال) کیا ہیں؟

ناسخ اور منسوخ کے متعلق مسائل (اقوال):

1) "نسخ" مختلف معانی میں وارد (استعمال) ہوتا ہے۔

2) اللہ عزوجل نے حکم متعلق نسخ کو امت مسلمہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔

3) "نسخ" صرف امر و نہی کے متعلق واقع ہوتا ہے۔ اگرچہ بلفظ خبر کے

4) نسخ کی تین اقسام ہیں۔

★ حکم کا اسے بیان کیے حکم کو اسے (حکم کو) بیان کرنے سے پہلے منسوخ کر دینا

★ نسخ وہ ہے جس سے پہلے قانون بنا دیا گیا ہو

★ جس کا کسی سبب کی وجہ سے حکم دیا گیا ہو پھر سبب زائل ہو گیا ہو

5) ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے قرآنی کی صورتوں کی اقسام ہیں:

★ وہ صورتیں جن میں ناسخ اور منسوخ نہ ہوں: سورۂ فاتحہ، یس، رحمن وغیرہ

★ جن میں ناسخ اور منسوخ (دونوں) ہیں: سورۂ بقرہ، نور، 25 اقسام

★ جن میں صرف ناسخ ہے: سورۂ فتح، حشر، منافقون

★ جن میں صرف منسوخ ہے:

6) قرآن مجید میں نسخ کی تین قسمیں ہیں:

★ وہ جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے ہوں

★ جن (آیات) کا حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو:

اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ یہ منسوخ ہو گئی اس آیت سے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

جن آیات کی تلاوت منسوخ ہو حکم باقی ہو۔

جیسے: اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم

لغوی اعتبار سے "نسخ" کتنے معانی میں استعمال ہوتا ہے؟

معنی کے اعتبار سے "نسخ" چار معانی میں استعمال ہوا ہے:

1) "ازالہ" یعنی زائل کرنے کے معنی میں:
فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ (الحج: ۵۲)

2) "تبدیل" یعنی بدلنے کے معنی میں:
وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ (النحل: ۱۰۱)

3) "تحویل" یعنی حوالگی یا سپردگی کے معنی میں:
جیسے: میراث کا وارثوں کی تحویل میں آنا مورث کے مرنے پر

4) "نقل" یعنی منتقل کرنا یا مثال بنانے کے معنی میں:
جیسے: جب قرآن کے لفظ اور طرز خط دونوں کو من وعن لکھ لیا نقل اور حکایت کر دیا جائے۔

ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے قرآن کی صورتوں کی اقسام بتائیے؟

ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے قرآنی صورتوں کی چار اقسام ہیں:

1) وہ صورتیں جن میں ناسخ اور منسوخ دونوں نہیں ہیں:
ان کی تعداد تینتالیس (۴۳) ہے
جیسے: سورۃ فاتحہ، یوسف، یٰس، رحمٰن، ملک

2) جن میں ناسخ اور منسوخ دونوں ہیں:
یہ پچیس (۲۵) ہیں جیسے: سورۃ حج، نور، احزاب، واقعہ، مزمل، مدثر

(۳) جن صورتوں میں صرف ناسخ ہے:
یہ چھ (۰۶) ہیں: جیسے: سورۃ فتح، حشر، منافقون، تغابن، طلاق، والاعلیٰ

(۴) جن میں صرف منسوخ ہے:
یہ چالیس سورتیں (۴۰) ہیں۔

قرآن مجید کے منسوخ کی کتنی اقسام اور کون سی اقسام ہیں؟

قرآن مجید میں منسوخ کی تین (۳) اقسام ہیں:

(۱) جس کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے ہوں

(۲) جس کا حکم منسوخ ہو گیا ہو اور تلاوت باقی ہے

یا جن کا صرف حکم منسوخ ہو
"أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ" (البقرہ: ۱۸۷) اس آیت
سے "كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ" (البقرہ: ۱۸۳) کا حکم منسوخ
ہو گیا ہے
نیز "اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ" (آل عمران: ۱۰۲) کا حکم آیت
"فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" (التغابن: ۱۶) سے منسوخ
ہو گیا ہے

(۳) جس کی صرف تلاوت منسوخ ہو (حکم باقی ہے):
"اذا زنی الشیخ والشیخة فارجموھما البتة نکالا من اللہ
واللہ عزیز حکیم"

جن آیات کا حکم منسوخ ہو چکا ہے ان کی تلاوت باقی رکھنے کی وجہ
لکھیں؟

حکم منسوخ ہونے کے باوجود تلاوت باقی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ
وہ آیات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نوازشوں کی یاد دلاتی رہیں کہ یاد کرو
اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنا لطف و کرم کرکے تمہیں محنتوں اور
مشقتوں سے نجات دی ہے۔

آیتِ رجم کیا تھی اور یہ کس سورۃ میں تھی؟
آیتِ رجم یہ تھی:
"اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ
واللہ عزیز حکیم"
"وہ شادی شدہ مرد و عورت جب زنا کرلیں تو انہیں سنگسار
کرو اللہ کی طرف سے سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے"
یہ آیت سورۃ الاحزاب میں تھی۔

حکم کو باقی رکھتے ہوئے تلاوت کو منسوخ کرنے کی کیا حکمت ہے؟

علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ
اس طریقے سے امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی
اطاعت شعاری اور فرمانبرداری کا اظہار مقصود تھا کہ کس طرح
اس امت کے لوگ صرف ظن کی بنیاد پر بغیر کوئی دلیل اور تفصیل طلب
کیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کے لیے منتظر رہتے ہیں اور اپنا مال
جان اور سب کچھ اس کے راستے میں قربان کردینے کے لیے اسی طرح
تیار ہو جاتے ہیں جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
اپنے لختِ جگر نورِ چشم کو خواب میں اشارہ پاکر فوراً
ذبح اور قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے حالانکہ خواب وحی کا ادنیٰ درجہ

DATE: __ /__ /20

قرآن کے ناسخ و منسوخ کی ترتیب کے متعلق کیا قاعدہ ہے؟ نیز کیا کوئی آیت اس قاعدہ کے خلاف بھی وارد ہوئی ہے؟

بعض علماء کا قول ہے کہ

قرآن پاک میں کوئی ناسخ ایسا نہیں ہے کہ منسوخ ترتیب میں اس سے پہلے آیا ہو، مگر دو آیتیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں

ایک سورۃ بقرہ کی آیت عدۃ اور

دوسری "لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ" (الاحزاب: ۵۲)

آیت سیف سے کون سے احکام منسوخ ہو گئے ہیں؟

ابن العربی کا قول ہے کہ

قرآن مجید میں جہاں بھی کافروں سے درگزر کرنے اور انہیں معاف کر دینے کا ذکر آیا ہے وہ سب احکام آیت سیف کے نزول سے منسوخ ہو گئے ہیں۔

آیت سیف کیا ہے؟ اور اس سے کتنی آیات منسوخ ہوئی ہیں؟

آیت سیف یہ ہے

"فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ" (التوبہ: ۵)

پھر جب حرمت کے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو۔

اس آیت (آیت سیف) نے ایک سو چوبیس آیات منسوخ کی ہیں

پھر اس (آیت سیف) کے آخری حصے نے اس کے پہلے حصے کو بھی منسوخ کر دیا

آیت "خُذِ الْعَفْوَ" (الاعراف: ۱۹۹) میں منسوخ ہونے والے حصہ

ظاہر کریں

سورۃ اعراف کی آیت 199 منسوخ کی عجیب و غریب مثال ہے کہ

اس کا اول حصہ ~~اور آخر حصہ~~ یعنی "خُذِ الْعَفْوَ"

معاف کرنا اختیار کرو

اور آخری حصہ: "وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ"

"اور جاہلوں سے منہ پھیر لو"

یہ دونوں منسوخ ہیں

لیکن اس کا وسط یعنی "وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ"

"اور بھلائی کا حکم دو" محکم ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت 105 (علیکم انفسکم) میں ناسخ و منسوخ کو ظاہر کریں۔

ناسخ منسوخ کی ایک اور عجیب مثال سورۃ المائدہ کی یہ آیت (105) ہے:

"~~عل~~ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ"

تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو

~~یعنی~~ جب کہ تم نے نیکی کا صوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے منع

~~کرنے کے بعد ہدایت پائی ہو تمہیں کسی کا گمراہ ہونا نقصان نہیں دے گا۔~~

آیت کا آخری حصہ "إِذَا اهْتَدَيْتُمْ" اس کے اول حصہ "عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ" کا ناسخ ہے۔

DATE: ___/___/20__

ابن حصار کے مطابق نسخ میں کون سے امر کا ہونا ضروری ہے؟

ابن حصار کے مطابق:

نسخ میں ایسی صریح نقل کی طرف رجوع کیا جائے (ضروری ہے کہ) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ فلاں آیت نے فلاں آیت کو منسوخ کیا ہے۔

کیا علم تاریخ کے ذریعے بھی قرآن میں کسی آیت پر نسخ کا حکم لگا دیا جاتا ہے؟

ابن حصار فرماتے

کبھی کبھی قطعی اور یقینی تعارض پائے جانے کی صورت میں تاریخ کا علم ہونے کی صورت میں بھی نسخ کا حکم لگا دیا جاتا ہے تاکہ متقدم اور متاخر کا علم ہو سکے۔

نسخ کے بارے میں عام مفسرین اور مجتہدین کے قول کا کیا حکم ہے؟

نسخ کے بارے میں عام مفسرین کا قول بلکہ مجتہدین کا اجتہاد بھی بغیر صحیح نقل اور بلا کسی واضح معارضہ کے قابل اعتماد نہیں ہوتا

کیونکہ نسخ کسی ایسے حکم کے اٹھائے جانے اور اسی طرح ایک اور حکم کو ثابت کرنے کو متضمن ہوتا ہے جس کا تقرر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہو چکا ہے

DATE: __/__/20__ (M)(T)(W)(T)(F)(S)

نسخ میں کس چیز پر اعتماد کیا جاتا ہے؟

نسخ میں نقل اور تاریخ ہی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے

رائے اور قیاس اجتہاد اور عقل پر اعتماد نہیں ہوگا۔

DATE:____/____/2024

قرآن رحقیقت و مجاز کا بیان

حقیقت:-

حقیقت اس لفظ کو کہا جاتا ہے جو اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال ہو اور اس میں کسی قسم کی تقدیم و تاخیر نہ کی گئی ہو بلکہ اپنے معنی پر باقی ہو اور قائم ہو یہ کلام پکثرت موجود ہے۔

مجاز:-

مجاز کی دو قسمیں ہیں:

1: مجاز فی الترکیب۔

2: مجاز فی المفرد۔

1. مجاز فی الترکیب:

اسکو مجاز الاسناد اور مجاز عقلی بھی کہتے ہیں۔ اس میں علاقہ ملا بست کا ہوتا ہے۔

• مجازِ عقلی:

فعل یا مشابہ فعل کی اسناد غیر ما ھولہ کی طرف ہو یعنی فعل یا شبہ فعل کو

DATE:___/___/2024

تو اصل میں جس امر کیلئے وضع کیا گیا ہے
اس حقیقی وضع کے سوا کسی دوسرے امر کی
طرف اس فعل یا شبہ فعل کی نسبت کر دی جائے
کیونکہ اس فعل یا شبہ فعل کا اس کے ساتھ تعلق ہوتا
اور ملابست ہوتی ہے۔

مثال: اللہ کا قول یہ ہے کہ:
"واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا"
اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ
ان کے ایمان کو زیادہ کریں۔
اس مثال میں ایمان میں زیادتی کرنا جو اللہ تعالیٰ
کا فعل ہے اس کی نسبت آیات کی طرف کر دی
ہے کیونکہ وہ سبب بنتی ہیں۔

مجاز کی دوسری قسم

مجاز فی المفرد:

اسکا نام مجاز لغوی بھی ہے
یہ شروع ہی سے لفظ کو غیر ما وضع لہ میں
استعمال کرنے کا نام ہے۔ اس کی بہت سی انواع ہیں

1 حذف:

جیسے اسکی مثال ہے: "واسال القریۃ"
بستی والوں سے سوال کر۔ اس سے مراد ہے کہ:
اہل قریہ سے پوچھ۔

DATE: __/__/2024

② زیادت:

جیسے "لیس کمثلہ شئ" یعنی
لیس مثلہ شئ (تعین حال یہ مثال محال نظر ہے)

③ کل بول کر جزء مراد لینا:

"یجعلون اصابعھم
فی آذانھم" یعنی انا ملھم انگلیوں کے پوروں
کو پوری انگلیوں سے تعبیر کرنے میں حکمت اور نکتہ
یہ مضمر ہے کہ ان کے سلام سے گریز کرنے میں مبالغہ
کا اظہار ہو۔

④ جزء بول کر کل مراد لینا:

جیسے اللہ کا قول ہے "
"و یبقی وجہ ربک" یعنی اسکی ذات مراد
ہے۔ "فولوا وجوھکم شطرہ" مراد ہے اپنے
چہرے پھیر لو کیونکہ استقبال قبلہ سینہ کے
ساتھ واجب ہے۔

⑤ اسم خاص کا اطلاق عام پر:

جیسے "انا رسول رب العلمین"
یعنی (رسالہ)

DATE:__/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

6) اسم عام کا اطلاق خاص پر:

مثال جیسے: ویستغفرون لمن فی الارض
(یعنی مومنین کیلیے مغفرت چاہتے ہیں اور اس
کی دلیل ہے اللہ کا قول " ویستغفرون للذین
آمنوا "

7) کسی شے کا نام اس امر پر رکھنا جو ماضی میں تھا"

مثال: " وآتوا الیتامی اموالھم "
یعنی ان لوگوں کے اموال ان کو دے دو جو کبھی
پہلے یتیم تھے کیونکہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی
باقی نہیں رہتی۔

8) کسی شے کو مآل اور انجام کار کے نام سے موسوم کرنا:

مثال: انی ارانی اعصر خمرا"
یعنی میں نے اپنے آپکو انگور نچوڑتے ہوئے
دیکھا جو انجام کار شراب بن جاتی ہے۔
اور اللہ کا قول ہے " ولا یلدوا الا فاجرا کفارا"
یعنی ایسے لوگ جنیں گے جو کفر و فجور کی
طرف لوٹیں گے۔
مزید اللہ کا قول ہے " حتی تنکح زوجا "
دوسرے مرد کو شوہر کے نام سے موسوم کیا کیونکہ

DATE ___/___/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

عقد کے بعد وہ شوہر ہی ہوگا اور مباشرت ایسی حالت میں کرے گا جبکہ شوہر ہو جائیگا۔

9) **حال کا اطلاق محل پر:** جیسے قول باری تعالیٰ ہے: "ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون" یعنی جنت میں کیونکہ وہ رحمت کا محل ہے۔
اور لا ابل ملہم دلیل رحمت کا محل ہے۔

10) **کسی چیز کو اس کے آلہ کے نام سے موسوم کرنا:**
مثال: "واجعل لی لسان صدق فی الاخرین" یعنی ثناء حسن اچھی تعریف ذکر خیر کیونکہ زبان ثناء کا آلہ ہے۔ اور وما ارسلنک من رسول الا بلسان قومہ یعنی اسی قوم کی لغت بولی ہے۔

11) **ایک چیز کا نام اس کی ضد کے ساتھ رکھنا:**
مثال: "فبشرھم بعذاب الیم" حالانکہ بشارت کا حقیقی استعمال مسرت بخش خبر میں ہوتا ہے۔

12) **فعل کا اطلاق ایسے امر پر رکھنا جس کا ارادہ کر لیا ہو یا جو قریب الحصول ہو:** جیسے مجاز فی المشارفت و القرب کہتے ہیں
مثال: "فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن" جب مدت

DATE: __/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

پہنچنے کے قریب ہو جائیں یعنی عدت گزرنے اور ختم ہونے کا وقت پہنچ جائیں کیونکہ انقضائے عدت کے بعد امساک (روکنا) نہیں ہوتا۔

مگر "فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن" حقیقت ہے کیونکہ جب ان کی موت آنے کا وقت قریب ہو۔

13) ایک صیغہ کو دوسرے صیغہ کے مقام پر رکھنا اس نوع کے تحت بہت سی قسمیں آتی ہیں

ان میں سے ایک یہ ہے کہ فاعل کا اطلاق مفعول پر ہو جیسے مثلاً "ماء دافق" یعنی مدفوق۔

o اور "لا عاصم اليوم من امر الله الا من رحم" الا معصوم کو بچا ہوا نہیں

o "جعلنا حرما امنا" یعنی مامونا فیہ جس میں امن ملے گا اور اس کا عکس یعنی کبھی مفعول کا اطلاق فاعل پر کیا جاتا ہے جیسے: "انه كان وعده مأتيا" یعنی آتیا۔

o مفرد، تثنیہ اور جمع میں سے ایک دوسرے پر اطلاق مفرد کے مثنی پر اطلاق کی مثال: "والله ورسوله احق ان يرضوه" یعنی ان دونوں کو راضی کرو مگر چونکہ دونوں کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنا باہم لازم و ملزوم تھا اس لئے مفرد کا صیغہ لایا گیا ہے۔

CS CamScanner

DATE: __/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

○ مفرد کا جمع پہ اطلاق: مثال:

"القیا فی جہنم" یعنی القی

تو ڈال دے اور یہ ایسا فعل ہو صرف ایک ہی

چیز کیلئے ہونے کے باوجود دو چیزوں کی طرف

منسوب کر دیا گیا ہو دوسری قبیل سے ہے۔

مثال: یخرج "منھما اللولو والمرجان" حالانکہ

موتی اور مرجان ایک ہی قسم کے دریا یعنی شور اور

کھاری پانی سے برآمد ہوتے ہیں نہ کہ شیریں پانی

سے

○ ماضی کا اطلاق مستقبل پہ:

کیونکہ اسکا وقوع ثابت

اور یقینی ہے مثال: "اتی امر اللہ" یعنی قیامت

اور اس کی دلیل ہے اللہ کا قول "فلا تستعجلوہ" اور

"ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات"

○ مستقبل کا اطلاق ماضی پہ:

تاکہ وہ دوام

اور استمرار کا فائدہ دے گویا کہ وہ واقع ہو کر استمرار

پا گیا جیسے: "اتامرون الناس بالبر وتنسون"

DATE: __/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

حصر اور اختصاص کا بیان

حصر:

حصر مخصوص طریق سے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ خاص کرنا یا کسی ایک چیز کیلئے کوئی حکم ثابت کرنا اور اسکے ماسوا سے اس حکم کی نفی کرنا حصر کہلاتا ہے (اسکو قصر بھی کہتے ہیں)۔

اقسام:

1) قصر الموصوف علی الصفۃ۔
2) قصر الصفۃ علی الموصوف ہر ایک حقیقی ہے یا مجازی۔

قصر الموصوف علی الصفت حقیقی کی مثال

جیسے: "ما زید الا کاتب" یعنی زید کیلئے سوائے کاتب ہونے کے کوئی اور صفت نہیں۔

قصر الموصوف علی صفت مجازی کی مثال

اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول ہے "وما محمد رسول" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت پر مقصور ہیں اس سے متجاوز ہوکر موت سے بری نہیں ہوسکتے جسے

DATE: __/__/2024 (M)(T)(W)(T)(F)(S)

جیسے کہ لوگ مستبعد خیال کرتے تھے کیونکہ موت سے بری ہونا شان ربوبیت ہے۔ قصر الصفۃ علی الموصوف حقیقی کی مثال: لا الہ الا اللہ۔

حصر حقیقی ایک اور اعتبار سے حصر کی اقسام:

اسکی 3 اقسام ہیں۔

1. قصر افراد
2. قصر قلب
3. قصر تعیین

کس کو کس کیلئے خطاب کیا جاتا ہے؟

اول سے خطاب اس کو کیا جاتا ہے جو شرکت کا اعتقاد رکھتا ہو جیسے: "انما الھکم الہ واحد" سے ان لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو الوہیت میں شریک سمجھتے ہیں۔

دوسری سے خطاب اسکو کیا جاتا ہے جس کا یہ اعتقاد ہو کہ متکلم نے جو حکم جس کیلئے ثابت کیا ہے اسکا ثبوت دوسرے کیلئے ہی ہے جیسے: ربی الذی یحی و یمیت سے نمرود کو خطاب کیا گیا جو خود کو ہی صرف زندہ کرنے والا اور مارنے والا سمجھتا تھا نہ کہ اللہ تعالیٰ کو

کو تیسری قسم کا خطاب اس سے کیا جاتا ہے۔
جس کے نزدیک دونوں امر مساوی ہوں۔

حصر کے طریقے:

1) نفی اور استثناء خواہ نفی "لا"
کے ساتھ ہو یا "ما" کے ساتھ یا اور کسی ذریعے
سے اور استثناء خواہ "الا" کے ذریعے ہو یا غیر کے
ذریعے جیسے "لا الہ الا اللہ" اور "ما من الہ الا اللہ"
اور "ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ"

2) انما جمہور کا اس پہ اتفاق ہے کہ کلمہ "انما"
حصر کیلئے آتا ہے حصر ثابت کرنے والوں سے
حسب ذیل آیات سے استدلال پیش کیا ہے۔
(i) انما حرم علیکم المیتۃ (البقرہ 173) اس نے یہی
تم پہ حرام کئے ہیں مردار اور خون۔
(ii) انما العلم عند اللہ (ملک 26) یہ علم تو اللہ کے
پاس ہے۔
(iii) قال انما یاتیکم بہ اللہ" (ھود 33) بولا وہ تو
اللہ تم پہ لائے گا۔
(iv) تقدیم معمول: "ایاک نعبد ای لا غیرک"
ہم تیری عبادت کرتے ہیں یعنی تیرے سوا کسی
کی ہم عبادت نہیں کرتے۔

ایجاز اور اطناب کا بیان

1 جاننا چاہئے کہ ایجاز اور اطناب بلاغت کی بڑی انواع میں سے ہیں یہاں تک کہ صاحب "سر الفصاحۃ" نے بعض علماء بلاغت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "البلاغۃ ھی الایجاز والاطناب" یعنی ایجاز اور اطناب ہی بلاغت ہے۔

ایجاز اور اطناب کی تعریف میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ "متعارف عبارت سے کم میں مقصود کو ادا کر دینا ایجاز ہے اور بسط کے موقع پر متعارف عبارت سے زیادہ میں مقصود کا ادا کرنا اطناب کہلاتا ہے" اور بعض کے نزدیک "غیر زائد الفاظ میں مطلب کو پورا بیان کر دینا ایجاز ہے اور زائد الفاظ میں پورے مطلب کو بیان کرنا اطناب ہے"۔

اطناب اسہاب سے اخص ہے کیونکہ اسہاب تطویل با فائدہ اور بے فائدہ دونوں کو کہتے ہیں

ایجاز کی انواع

2 ایجاز کی دو قسمیں ہیں

ایجاز قصر   ایجاز جامع

ایجاز قصر: یہ ہے کہ لفظ کا قصر اپنے معنی پر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّهٗ مِنۡ سُلَيۡمٰنَ" سے لیکر "وَاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ" تک۔ (النمل آیت 30 تا 31)

کہ اس میں عنوان کتاب اور حاجت کو جمع کر دیا ہے اور اسکی ایک قسم کا نام "ایجاز جامع" ہے

DATE: __/__/2024

ایجاز جامع: یہ ہے کہ لفظ کئی معانی کو شامل اور محیط ہو جیسے "اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" آلایہ (النحل 31)

"عدل" سے مراد صراط مستقیم ہے جو افراط اور تفریط کے درمیان معتدل اور متوسط طریقہ اور راستہ ہے اس سے عقائد اخلاق اور عبودیت کے تمام واجبات اور ضروری امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

"احسان" واجبات عبودیت میں اخلاص سے کام لینا احسان ہے کیونکہ احسان کی تفسیر حدیث میں یہ ہے "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت خالص نیت سے کرو اور خضوع کیساتھ اور خشیت الٰہی کے جذبات سے سرشار ہو کر عبادت کرو۔

اور "ایتاء ذی القربیٰ" سے مراد نوافل کی زیادتی ہے واجبات پر یہ سب باتیں اوامر میں ہیں رہے نواہی تو اللہ تعالیٰ کے قول "وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" میں 3

"فحشاء" سے اشارہ ہے قوت شہوانیہ کی طرف اور "منکر" سے اشارہ ہے اس افراط کی طرف جو آثار غضبیہ سے حاصل اور پیدا ہوتا ہے یعنی آثار غضبیہ کی طرف اشارہ ہے اور تمام محرمات شرعیہ کی طرف اشارہ ہے۔

اور لفظ "بغی" سے استعلاء کی طرف اشارہ ہے جو قوت وھمیہ کی وجہ سے ہو اسی لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید میں خیر و شر کی اس سے زیادہ جامع آیت

DATE: __/__/2024

(M)(T)(W)(T)(F)(S)

میں مقدر ہے اور "سقیاھا" اغراء (برانگیختہ) کرنا ہے اور
"الزموا" اس میں مقدر ہے

(iii) ان میں سے ایک تفخیم اور اعظام ہے کیونکہ اس
میں ابہام ہوتا ہے جیسے اہل جنت کے وصف میں اللہ

4. تعالیٰ کا قول "حتی اذا جاءھا و فتحت ابوابھا" پس
اس آیت میں جواب کو حذف کر دیا گیا تاکہ اس بات کی
دلیل ہو کہ اہل جنت جو کچھ وہاں پائیں گے اسکا وصف
غیر متناہی اور کلام اس کے وصف سے قاصر ہے اور عقلیں
جو چاہیں مقدر کر لیں مگر جو کچھ وہاں ہے اس کی حقیقت
تک رسائی نہیں ہو سکتی

5. اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قول "ولو تری اذ وقفوا علی
النار" یعنی ایسا خوفناک منظر ہوگا کہ دیکھنے کی تاب
نہ ہوگی اور عبارت اس کے بیان سے قاصر ہے

6. (iv) کبھی تخفیف کیلئے حذف کر دیتے ہیں کثرت
استعمال کی وجہ سے جیسے حرف ندا کا حذف مثلاً "یُوسُفُ
اَعْرِضْ" میں یا حرف نداء حذف ہے۔

7. (v) ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ "تعظیماً
ذکر نہیں کیا جاتا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "قال فرعون
وما رب العلمین قال رب السموات" اس آیت میں
تین مقامات پر رب سے قبل مبتدا محذوف ہے یعنی "هو رب"
"اللہ ربکم" "اللہ رب المشرق" کیونکہ موسیٰ علیہ السلام
نے فرعون کے سوال کرنے اور اس کے حال کو ایک عظیم

امر خیال فرماتے ہوئے احتراماً اور تعظیماً اللہ تعالیٰ
کا اسم مبارک ذکر نہیں کیا

vii — ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کو حقیر اور 8
گھٹیا سمجھ کر زبان کو اس کے ذکر سے بچانے کیلئے ذکر نہ کرنا
جیسے "صم بکم" میں منافقین بہرے گونگے ہیں۔

viii — عموم مراد لینے کی غرض سے حذف کر دینا جیسے 9
"وایاک نستعین" یعنی عبادت اور اپنے تمام کاموں
میں بھی سے مدد مانگتے ہیں اور "واللہ یدعوا الی دار السلام"
یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز ہر ایک کو دار السلام (جنت) کی طرف
بلاتا ہے

viii — رعایت فاصلہ کیلئے حذف کرنا جیسے "ما ودعک ربک وما قلی" ای وما قلاک 10

ix — ابہام کے بعد بیان کے قصد سے حذف کر دینا 11
جیسے کہ مشیت کے فعل میں مثال "فلو شاء لھدٰکم" ای
ولو شاء ھدایتکم یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت چاہتا۔

اطناب اور اس کے فوائد:- 12

اطناب کے کئی فوائد ہیں۔

i — اس میں سے ایک یہ ہے کہ "الایضاح بعد الابہام"
یعنی ابہام کے بعد وضاحت کرنا جیسے اس کی مثال "رب
اشرح لی صدری" ہے اس میں "اشرح" کے لفظ سے
اتنا معلوم ہوتا ہے کہ متکلم کسی چیز کی شرح کا خواستگار
ہے اور "صدری" اس مطلب کی تفسیر اور اسکا بیان ہے

DATE: __/__/2024

کوئی نہیں ہے اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں روایت
کیا ہے اور اسکی ایک مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے 13
ارشادِ خداوندی ہے " ولکم فی القصاص حیوٰة " اور
تمہارے لئے قصاص میں حیات ہے اسکے معنی کثیر ہیں
اور الفاظ قلیل ہیں کیونکہ غرض اس سے یہ ہے کہ جب
انسان کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ کسی کو قتل کرنے سے خود
بھی قتل ہو گا تو پھر کسی سے قتل کی جرأت نہ کرے گا پس
قتل یعنی قصاص سے آپس کی قتل و کشت کا انسداد ہو
گیا اور اس میں شک نہیں کہ قتل کا موقوف ہونا انسان
کی حیات کا باعث ہے
قرآن حکیم کا یہ جملہ اہل عرب کے قول " القتل النفی 14
للقتل " پر بیس سے زیادہ وجوہ سے فضیلت رکھتا ہے حالانکہ
اہل عرب کے نزدیک یہ نہایت جامع مثل ہے۔
مگر ابن کثیر نے اس فضیلت سے انکار کیا ہے اور کہا ہے
کہ خالق اور مخلوق کے کلام میں کوئی تشبیہ نہیں ہو سکتی۔
" انما العلماء یقدحون اذہانہم فیما یظہر لہم من ذلک "
ان بیس سے زائد وجوہ فضیلت میں سے چند حسب ذیل
ہیں۔ (i) " القصاص حیوٰة " میں دس حروف ہیں اور 15
" القتل النفی للقتل " میں چودہ حروف ہیں۔
(ii) قتل کی نفی حیوٰة کو مستلزم نہیں اور آیت حیوٰة کے 16
ثبوت پر نص ہے جو اصل غرض ہے۔
(iii) حیوٰة کا نکرہ لانا مفید تعظیم ہے اور اس امر پر دلالت 17

کرتا ہے کہ "قصاص میں زندگی کی درازی ہے اور اسی
درازی حیات کی وجہ سے حیوۃ کی تفسیر بقاء سے کی گئی ہے
جیسے اللہ تعالیٰ کا قول " ولتجدنھم احرص الناس
علی حیوۃ " مگر " القتل انفی للقتل " میں ایسا نہیں ہے
کیونکہ اس میں لام جنسی ہے۔

18 (۱۷) آیت میں تکرار نہیں ہے اور "مثل" لفظ قتل کی
تکرار پر مشتمل ہے اور گو تکرار مخل فصاحت نہ ہو مگر جو
کلام تکرار سے خالی ہوگا وہ اس کلام سے جس میں تکرار
ہوگی افضل ہوگا۔

19 (۷) آیت میں اطراد اور جامعیت ہے اور مثل مذکور میں
جامعیت نہیں کیونکہ ہر قتل مانع "قتل" نہیں ہے بلکہ بعض
قتل موجب قتل ہوتا ہے اور مانع قتل صرف قتل خاص ہے
جو قصاص ہے پس قصاص میں حیات ابدی ہے۔

20 ## ایجاز کی دوسری قسم ایجاز الحذف ہے

ایجاز الحذف کے مختلف اسباب ہیں۔
(۱) اس حذف کا ایک فائدہ اختصار ہے اس کے
ظہور کی وجہ سے عبث سے احتراز بھی۔

21 (۲) اس بات پر تنبیہ کرنا کہ محذوف کے ذکر سے
وقت قاصر ہے اور اگر اس کے ذکر کرنے میں مشغول ہو گئے
مقصد فوت ہو جائیگا۔ اور یہی فائدہ تحذیر اور اغراء کا
ہے اور اللہ پاک کا قول " ناقۃ اللہ وسقیاھا " میں
دونوں مجتمع ہیں کیونکہ ناقۃ اللہ تحذیر ہے اور ذروا اس

مقام فرعون کے دربار میں بھیجے جانے کی وجہ سے مصائب
میں مبتلا ہونے کا خبر ہے تاکید کا مقتضی ہے اور ایسے ہی
"الم نشرح لک صدرک" بھی ہے کہ یہ مقام تاکید کا 22
مقتضی ہے اس وجہ سے کہ یہ امتنان کی جگہ ہے۔

~~فائدہ~~ ازاں جملہ ایک خاص کا عطف عام پر اس کا فائدہ 23
یہ ہے کہ اس طرح خاص کی فضیلت پر متنبہ کر کے گویا یہ بتایا
جاتا ہے کہ وہ عام کی جنس سے نہیں ہے یعنی وصف میں متغایر
کو تغایر فی الذات کے مرتبہ میں رکھا جاتا ہے جیسے اسکی مثال
اللہ تعالیٰ کا قول "حافظوا علی الصلوات والصلوۃ
الوسطی" نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی
اور "من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل و
میکائیل" جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اسکے فرشتوں اور
اسکے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا۔

~~فائدہ~~ اسی طرح ایک عطف العام علی الخاص ہے 24
بعض علماء نے غلطی سے اس طرح کے عطف کا وجود
تسلیم نہیں کیا ہے حالانکہ اسکا فائدہ ظاہر ہے یعنی تعمیم
اور اول یعنی عام کو الگ ذکر کرنے کی علت اسکے حال پر
توجہ کرنا اور اسکی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ اسکی مثال
"ان صلوتی ونسکی" ہے کہ اس میں "نسک" عبادت
کے معنی میں ہے اور وہ عام تر ہے۔

اور "آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم" 25
ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور

CamScanner

عظمت والا قرآن

قرآن مجید میں تشبیہ اور استعارہ کا بیان

س: تشبیہ کسے کہتے ہیں؟

ج: یہ بلاغت کی انواع میں سے سب سے اشرف اور اعلیٰ نوع ہے اور مبرد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔
اگر کوئی شخص کلام عرب کا بیشتر حصہ تشبیہ سے وابستہ قرار دیتا ہے تو وہ قرآن کی تشبیہات کو جان لیتا ہے۔

س: تشبیہ کی تعریف اور قسمیں لکھیں

ج: اگر ایک امر اپنے معنی میں کسی دوسرے امر کے ساتھ شرکت رکھنے پر دلالت کرتا ہے تو اس کا نام تشبیہ ہے
اور ادوات تشبیہ تین قسم پر منقسم ہیں

① حروف ② اسماء ③ افعال

حروف میں سے کاف ہے مثال: کرماد جیسے اللہ کے قول میں: مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح اور کان جیسے کانہ رؤس الشیاطین اسماء میں سے "مثل" اور شبہ یا ان دونوں کے مانند اور الفاظ جو کہ مماثلت اور مشابہت سے مشتق ہوتے ہیں

اسماء: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ مثل کا لفظ ایسی ہی حالت اور صفت میں استعمال کیا جاتا ہے جس کی کوئی شان ہو اور اس میں کچھ غرابت اور ندرت بھی پائی جاتی ہے جیسے (مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ)

افعال: کو (يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً)۔

س: استعارہ قرآنیہ کسے کہتے ہیں

ج: استعارہ وہ لفظ ہے جو اس چیز میں استعمال کیا جائے جو چیز اصلی

معنی کے ساتھ مشابہ ہے

بعض علماء نے کہا کہ استعارہ کی حقیقت یہ ہے کہ کلمہ کسی معروف سے یا غیر معروف شی کے لئے عاریتاً لے لیا جائے اس کا فائدہ اور حکمت ایک مخفی چیز کا اظہار اور ایسے اظہار کی مزید وضاحت کرنا ہوتی ہے جو کہ جلی نہیں ہوتا حصول مبالغہ کی غرض سے ایسا کیا جاتا ہے یا یہ سب باتیں مقصود ہوتی ہیں

اظہار مخفی کی مثال: اللہ کا قول "وانہ فی ام الکتب" بیشک حقیقت میں (وانہ فی اصل الکتاب) تھی چنانچہ اصل کے لئے "ام" کا لفظ مستعار لے لیا گیا اور اس کی علت یہ ہے کہ جس طرح اصل میں سے فرع کا نشوونما ہوتا ہے اسی طرح ماں اولاد کے نشوونما پانے کی جگہ ہے۔

ایضاح کی مثال: جو چیز جلی (روشن) نہیں ہے اس کے ایضاح کی ایسی مثال کہ وہ جلی ہو جائے قول باری تعالیٰ "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ" اس سے مراد یہ ہے کہ بیٹے کو رحمت اور مہربانی کے طور پر ماں اور باپ کے سامنے عاجزی کرنے کا حکم دیا جائے لفظ ذل کے ساتھ پہلے "جانب" کی طرف استعارہ کیا گیا اس استعارہ کی قریب تر تقدیر یہ ہے (وَاخْفِضْ لَهُمَا جَانِبَ الذُّلِّ) تو فروتنی کے ساتھ اپنے پہلو کو جھکا دو یہاں استعارہ کی حکمت یہ ہے کہ ناقابل دید چیز کو نمایاں اور نظروں کے سامنے کر دیا جائے تا کہ بیان میں حسن پیدا ہو اور چونکہ اس مقام پر مراد یہ تھی کہ بیٹا اپنے والدین کے سامنے عاجزی اور انکساری

کہ استعارہ میں ایسا لفظ لیا جائے گا جو کہ پہلے لفظ سے زیادہ بلیغ ہو جیسا کہ اس غرض سے جناح کا لفظ لیا گیا ہو اس میں اس طرح کے معنی پائے جاتے ہیں۔

مبالغہ کی مثال: قول باری تعالی (وفجرنا الارض عیونا) کہ اس حقیقت (وفجرنا عیون الارض) ہے یعنی ہم نے زمین کے چشموں کو جاری کیا لیکن اگر اس طرح اس کی تعبیر کی جاتی ہے تو اس میں وہ مبالغہ کبھی نہ آتا جو کہ پہلی عبارت میں ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ تمام روئے زمین چشموں کا مرکز بن گئی ہے۔